تار کا پتہ "الفضل" قادیان بٹالہ

إِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ ۚ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيمٌ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۲۵

قیمت فی پرچہ ۱ر

THE ALFAZL QADIAN

اخبار

ہفتہ میں دو بار

الفضل

قادیان

ایڈیٹر :- غلام نبی ٭ اسسٹنٹ - مہر محمد خان

نمبر ۱۷	مورخہ ۳۱ ر اگست ۱۹۲۳ء	یوم جمعہ	مطابق ۱۸ محرم سنہ ۱۳۴۲ھ	جلد ۱۱

مدینۃ المسیح

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ کی طبیعت اچھی ہے ۔

۲۷ راگست - بہت اچھی بارش ہوئی - حضرت خلیفۃ المسیح نے ایک نئی کشتی میں بیٹھ کر سیر فرمائی حضور کشتی خود چلاتے رہے ۔

دفتر انسداد ارتداد کی طرف سے جو یہ اعلان ہوئے تھے کہ (۱) ناخواندہ یا ضعیف العمر دوست اپنی طرف سے قائم مقام بھیجنے کے لئے ۵۰ روپے خرچ جمع کرادیں - اور (۲) جو دوست تبلیغ کا تجربہ رکھتے ہوں - مگر مالی مشکلات کی وجہ سے نہ جاسکتے ہوں - وہ درخواست روانہ کریں - ان کی طرف پھر توجہ دلائی جاتی ہے - دفتر کو بہت جلدی آدمیوں کی ضرورت ہے ۔

ریاست بھرتپور کی مذہبی دست اندازی کے خلاف مسلم پریس کی آواز

(۱) روزانہ معاصر پیسہ اخبار (۲۴ راگست) لکھتا ہے :-

"ریاست بھرتپور سے احمدی مبلغین کا اخراج"

یہ افسوس کا مقام ہے کہ ریاست بھرتپور سے بعض احمدی مبلغین کو اس بنا پر خارج کیا گیا ہے کہ اگر ان میں انکی موجودگی نقض امن کا موجب ہوگی - اگرچہ ہمیں عقائد میں احمدی صاحبان سے اختلاف ہے - لیکن ہم اس جماعت کی گذشتہ روش امن پسندی کے باعث یہ تسلیم کرنے کے لئے ہرگز آمادہ نہیں ہیں کہ احمدی مبلغ امن میں خلل ڈالتے - علاوہ اسکے وہ تعداد میں چند تھے - ان کے پاس کوئی اسلحہ نہ تھے - پھر وہ کس طرح امن میں خلل ڈال سکتے تھے - ان کا اخراج بالکل نامناسب اور جابرانہ ہے - اور حیرت ہے کہ جن دنوں یہ حکم دیا گیا ہے - اُن دنوں جیسا کہ الفضل لکھتا ہے - مہاراجہ صاحب بھرتپور تبدیل آب و ہوا کے لئے ریاست سے باہر گئے ہوئے تھے - اس لئے ان کو حالات کا علم نہیں تھا - اس سے ظاہر ہے کہ بھرتپور کی کونسل نے جو حکم دیا ہے وہ قابل ملامت ہے - اور اسکی بدولت پُرامن تبلیغ کا دیگر ریاستوں میں راستہ مسدود کرنیوالی مثال قائم کی گئی ہے" ۔

(۲) روزانہ معاصر سیاست (۲۴ راگست) رقمطراز ہے :-

"عمال ریاست بھرتپور کی شدھی نواز کارروائی"

جب سے شدھی کا غلغلہ بلند ہوا ہے - اُس وقت سے بعض ہندو ریاستوں کے حکام اپنی کارروائیوں سے شدھی کی حمایت کر رہے ہیں - ایک اطلاع سے معلوم ہوا ہے

ریاست بھرتپور سے مسلمان مبلغین کو تبلیغ سے روک دیا گیا ہے حالانکہ مذہبی تبلیغ ایک مذہبی فریضہ ہے۔ جسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ مسلمان عیسائی اور دیگر مذاہب کے مبلغین کو ہر زمین پر تبلیغ کا حق حاصل ہے۔ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ حکام ریاست بھرتپور نے مسلمان مبلغین کے ساتھ اس طرح ناروا سلوک کر کے کیوں صریح مذہبی مداخلت کی؟ کیا حکام ریاست نے ریاستہائے الور۔ قرولی اور کشن گڈھ کے احکام نہ دیکھے۔ کہ انہوں نے آریہ مبلغین کی جبریہ شدھی اور امن سوز تبلیغ کو بند کر دیا۔ مسلمان کبھی آریوں کی طرح کسی تخویف و تحریص سے تبلیغ مذہب کو پسند نہیں کر سکتے۔ وہ نہایت خاموشی اور امن پسندی کے ساتھ مذہبی صداقت پیش کرتے ہیں۔ جبکہ ریاست بھرتپور میں مسلمان مبلغین کے خلاف کوئی شکایت بھی سننے میں نہ آئی۔ تو پھر عمال حکومت کی یہ ناعاقبت اندیشانہ کارروائی شدھی نوازی نہیں تو اور کیا ہے؟ کیا عمال حکومت کو علم ہے کہ انکی جابرانہ کارروائی نے مسلمانوں میں کس طرح غیظ و غضب کے جذبات پیدا کر دئے ہیں۔ کیا یہ مناسب نہیں ہے کہ مہاراجہ صاحب بھرتپور ہندو مسلمان رعایا کے حقوق کو برابر سمجھتے ہوئے حکام ریاست کی کارروائی کو منسوخ کر دیں۔ اور مذہبی معاملات میں ریاست کی غیر جانبداری کا ثبوت دیں۔ ہمیں انتظار ہے کہ مہاراجہ صاحب حکام کی اس ناجائز کارروائی اور مذہبی مداخلت پر کیا کارروائی فرماتے ہیں۔ ورنہ ہم سمجھیں گے کہ جو کارروائی کی گئی ہے وہ ایک جانبدارانہ کارروائی ہے ؏

(۴) روزانہ معاصر وکیل (۲۷ اگست) تحریر کرتا ہے:۔

ریاست بھرتپور کا انصاف سوز فیصلہ

تبلیغ مذہب میں رکاوٹ

حال میں ریاست بھرتپور کے ارباب حل و عقد نے مذہبی جانبداری کی یہ بدترین مثال پیش کی ہے کہ بلا وجہ احمدی مبلغین کو ریاست کی حدود سے باہر نکال دیا ہے اور دیگر مسلم مبلغین کو بھی اسی قسم کی دھمکیاں دی گئی ہیں ایک ہندو ریاست کا ایسے احکام نافذ کرنا مداخلت مذہبی نہیں۔ تو اور کیا ہے جس صورت میں کہ "ہندو مبلغین کی ایک کثیر تعداد ریاست موصوفہ کی حدود میں جاہل مسلمانوں کو گمراہ کرنے میں مصروف کار ہو۔ اور ہر قسم کی شرمناک ترغیبیں اور ناجائز دھمکیاں دے رہی ہو" مسلمان مبلغین کو اُن کے مذہبی حق سے محروم کر دینا کہاں کا انصاف ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر اس علاقہ کے بیخبر مسلمانوں کو کچھ عرصہ کے لئے اپنے حال پر چھوڑ دیا گیا تو وہ ہمیشہ کے لئے ہم سے علیحدہ ہو جائیں گے۔ کیا اس وقت جرائد اسلامیہ و جمعیۃ العلمائے ہند کا فرض نہیں۔ کہ وہ اس ہندو ریاست کے جابرانہ احکام کے برخلاف پورے زور کے ساتھ صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور ارباب بست و کشاد سے قلمرو کے طول و عرض میں اسلامی مبلغین اور ملک کے جائز حقوق کے مطالبہ کے لئے سرگرم کوششیں عمل میں لائیں۔

یہ نیا معاملہ نہیں۔ گذشتہ چند ہفتوں سے آگ سلگ رہی تھی۔ اور یقین تھا کہ بہت جلد اس کے خوفناک شعلے بلند ہو کر رہینگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ریاست کی کونسل نے اگر ان سے احمدیہ جماعت کے مبلغین کو نکالنے کا فیصلہ پہلے ہی سے کر رکھا تھا۔ ناظم صاحب جب چودھری عبداللہ خان بی اے۔ بی۔ ٹی سے تحقیقات کرنے کے لئے آئے تھے۔ تو بار بار یہی کہتے تھے کہ یہ ریاست کے قاعدے گورنمنٹ کے قانون کی طرح نہیں ہوتے۔ یہاں چیف کا لفظ ہی قانون ہے میں نے ریاستوں میں رہکر دیکھا ہے۔ اور مجھے ریاستوں کا تجربہ ہے حکام جو چاہتے ہیں۔ حکم دیدیتے ہیں۔ اور کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ سرکاری علاقے میں ہر بات کی تحقیقات ہوتی ہے۔ مگر یہاں یہ حال ہے۔ کہ اگر ابھی مجھے تار آجائے کہ آپ کو نکال دو۔ تو مجھے فوراً اسکی تعمیل کرنی ہوگی۔"

یہ الفاظ صاف طور پر بتلائے دیتے ہیں کہ ناظم صاحب جس معاملہ کی تحقیقات کو آئے تھے۔ اس کا فیصلہ پہلے ہی سے ہو چکا تھا۔ ریاست کی یہ پالیسی بلاشبہ سخت مہلک ہے۔ ہم مسلم معاصرین کو بزور توجہ دلاتے ہیں۔ کہ وہ بہت جلد زبردست صدائے احتجاج بلند کریں۔ اور اس انصاف سوز حکم کو جہاں تک جلد ممکن ہو۔ منسوخ کرائیں۔ ملک کے طول و عرض میں جلسے منعقد ہوں۔ جنمیں ریاست کے اس حکم کے خلاف ناراضی کا اظہار کیا جائے۔ اور اس جدوجہد کو برابر اسوقت تک جاری رکھا جائے۔ جب تک کہ ریاست اس نامناسب حکم کو منسوخ نہ کر دے۔ اور مسلمان مبلغین کے لئے حقوق تبلیغ مسلم ہو کر مذہبی آزادی بحال نہ کر دی جائے۔

حق تبلیغ عام مسلمانوں کا مشترکہ حق ہے۔ اس میں فرقہ بندی کے سوال کو حائل کرنا فضول ہے۔ عام مسلمانوں کو یہ خیال دور کرنا چاہیئے۔ کہ صرف جماعت احمدیہ کے لئے ریاست نے اخراج کا فیصلہ کیا ہے۔ بلکہ اسے جمیع اہل اسلام کا اخراج سمجھنا چاہیئے۔ آج اگر احمدی نکالے گئے ہیں۔ تو کل غیر احمدیوں کی باری بھی آنیوالی ہے۔ ہم تمام اہل اسلام کو عموماً اور اسلامی صحائف کو خصوصاً آگاہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حکم پاس ہو گیا۔ تو بتدریج تمام ریاستیں اسکی تقلید کرینگی۔ یہ بیج جو اسوقت بویا گیا ہے۔ اگر جلد اکھاڑنے کی فکر نہ کی گئی۔ تو ایک بہت بڑے نخل باسق کی صورت اختیار کر لیگا۔ اور پھر اس کی بیخکنی دشوار ہو جائیگی۔

درختیکہ اکنوں گرفتست پائے ؎ بہ نیروی شخصے برآید ز جائے
وگر ہمچناں روزگارے ہلی ؎ بہ گردونش از بیخ بر نگسلی

ملکانوں میں تبلیغ کیلئے جانے والوں کی فوری ضرورت

علاقہ ارتداد میں تیسری سہ ماہی میں جانیوالے مبلغین کی جو فہرست شائع کی گئی تھی۔ اس میں سے بعض اصحاب سخت مجبوریوں کی وجہ سے اس موقع پر نہیں جا سکتے۔ ان کی بجائے اور اصحاب کی فوری ضرورت ہے۔ پس وقف کنندگان میں سے وہ احباب جو تیسری سہ ماہی میں جانے کے لئے تیار ہوں یا جو نئے دوست اس موقع پر جانا چاہتے ہوں۔ وہ ۱۵ ستمبر تک اطلاع دیں۔ تاکہ ان کو روانہ کیا جا سکے ؏

نائب ناظر صیغہ انسداد ارتداد
قادیان دارالامان

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الفضل
قادیان دار الامان - ۳۱ اگست ۱۹۲۳ء

سکھ اور آریہ

(۱)

آریہ جو آج کل اپنے آپ کو پکے ہندو کہلانا زیادہ پسند کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو دوستی اور اتحاد کے پردہ میں نقصان عظیم پہنچا کر اب سکھ صاحبان کی طرف دست الفت بڑھا رہے ہیں۔ اور ان کو اپنا ایک حصہ بنا کر چاہتے ہیں کہ اپنے ساتھ ملا لیں۔ یہ خواہش ان میں اس حد تک ترقی کر گئی ہے۔ کہ حال میں مہاشہ شردھانند جی نے وید اور قرآن کریم کی تعلیموں کے متعلق مناظرہ کرنے کا جو اعلان کیا ہے۔ اسمیں ہندوؤں کی طرف سے امن کی ذمہ داری لیتے ہوئے سکھ صاحبان کو بھی ہندوؤں میں شامل کیا اور ان کا ضامن بننے کا دعویٰ کیا ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا آریہ سچے دل سے سکھوں کے ساتھ یگانگت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ یا محض مطلب برآری کے لئے یہ ڈھنگ اختیار کر رہے ہیں۔ اور جب انہیں موقع ملا۔ آنکھیں بدل لینگے۔ اگر آریہ محض ذاتی اغراض اور فوائد کے لئے سکھوں سے اسوقت محبت اور الفت کا اظہار کر رہے ہیں۔ اور جب سمجھیں گے کہ اپنا مطلب حل ہو گیا۔ تو طوطا چشمی سے کام لینگے۔ تو خیر ہمیں کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ سکھ قوم جو ہوشیار اور زمانہ کی اونچ نیچ سے واقف قوم ہے۔ اس کے متعلق یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ آریوں کے پھندے میں نہ آئیگی۔ لیکن اگر آریہ صفائی قلب اور صدق نیت سے سکھ صاحبان سے دوستی اور الفت پیدا کرنا چاہتے ہیں۔ اور ان کی سچی خواہش ہے۔ کہ آریہ اور سکھ پیار اور پریم کے ساتھ ایک دوسرے کے پہلو بہ پہلو کھڑے ہو سکیں تو اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ آریہ سماج نے سکھوں کے دلوں میں جو کبھی نہ خشک ہونیوالے ناسور پیدا کر رکھے ہیں۔ ان کا علاج کیا جائے ؛

پنڈت دیانند صاحب بانی آریہ سماج نے جہاں دیگر مذاہب کے مقدس بزرگوں اور پاک لوگوں کے خلاف اپنی زبان کی نہایت ناپاک چھری چلائی ہے وہاں سکھوں کے بزرگوں اور مقدس و متبرک چیزوں کا بھی نہایت ہی دل آزار الفاظ میں ذکر کیا ہے اور تمام آریہ سماج نہ صرف پنڈت صاحب مذکور کے ایک ایک لفظ کو صحیح اور درست تسلیم کرتی ہے۔ بلکہ خود آریوں کا طرز عمل اپنے "رشی دیانند" کی مثال کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے بھی بڑھ کر رہا ہے۔ چنانچہ ریاست پٹیالہ کے ماسٹر رونق رام کی وہ تصنیف جس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اور ماسٹر مذکور کو سزا ہوئی تھی۔ ایک واضح ثبوت ہے اس امر کا۔ کہ آریوں کی نظر میں سکھ کیا حیثیت رکھتے ہیں ؛

غرض پنڈت دیانند صاحب نے سکھوں کے متعلق جو کچھ خود لکھا اور جو کچھ ان کے چیلوں نے ان سے سیکھ کر لکھا۔ اس کی موجودگی میں سمجھ نہیں آتی۔ کس منہ سے آریہ سکھوں سے دوستی اور رفاقت کے لئے ہاتھ پھیلا رہے ہیں۔ اور مان نہ مان میں تیرا مہمان کے مصداق بنکر مہاشہ شردھانند جیسے جہاں دیدہ آریہ سکھوں سے اسقدر گہرے تعلقات جتا رہے ہیں کہ ان کی ذمہ داری اپنے سر لینے کے لئے تیار ہیں ؛

آریہ صاحبان اگر مطلب پرستی کے جوش میں اپنے رشی کے وہ الفاظ بھول گئے ہوں۔ یا دیدہ دانستہ ان سے اغماض کر رہے ہوں۔ جو پنڈت دیانند صاحب نے حضرت بابا نانک رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت گرنتھ صاحب کی نسبت۔ گورو گوبند سنگھ جی کی نسبت لکھے ہیں۔ تو انہیں یہ توقع نہیں رکھنی چاہیئے۔ کہ سکھ صاحبان اور ان کے ساتھ ہی مسلمان بھی جن کے نزدیک حضرت باوا نانک رحمہ ایک باخدا اور ولی اللہ گذرے ہیں ان الفاظ کو بھول سکیں اور بھول بھی کس طرح سکتے ہیں۔ جبکہ ستیارتھ پرکاش کے صفحات پر موجود ہیں ؛

پنڈت دیانند صاحب نے ستیارتھ پرکاش کے گیارھویں باب میں "نانک پنتھ" کے عنوان سے سکھ صاحبان کا ذکر کیا ہے۔ اور اگرچہ دو صفحہ کے قریب ہی لکھا ہے لیکن اس میں بھی دل آزاری کی حد کر دی ہے۔ ذیل میں اس سے چند اقتباسات اسلئے درج کئے جاتے ہیں کہ آریہ صاحبان ٹھنڈے دل سے ان پر غور کریں اور دیکھیں۔ کہ جب ان کے بانی نے سکھوں کی نسبت ایسا شرمناک رویہ اختیار کیا ہے تو اب وہ کیونکر سکھوں کی رفاقت حاصل کرنے اور ان کو اپنے ساتھ ملانے کی توقع رکھتے ہیں ؛

پنڈت دیانند صاحب "نانک پنتھ" کے عنوان سے اپنا یہ ذہنی سوال درج کرنے کے بعد کہ

"ملک پنجاب میں نانک جی نے ایک طریق چلایا ہے۔ کیونکہ وہ بھی بت پرستی کی تردید کرتے تھے"۔

لکھتے ہیں :۔

(۱) "نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا۔ لیکن علمیت کچھ بھی نہیں تھی۔ ہاں زبان اس ملک کی جو کہ گاؤں کی ہے۔ اس کو جانتے تھے۔ وید آدی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے۔ اگر جانتے ہوتے تو "نربھے" لفظ کو "نربھو" کیوں لکھتے۔ اور اس کی مثال ان کا بنایا سنسکرتی ستوتر ہے۔ چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں۔ لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیسے آ سکتی ہے، ہاں ان گنواروں کے سامنے کہ جنھوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی۔ سنسکرتی بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے ہونگے۔ یہ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی۔ نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے۔ اور یہ بھی کہدیتے۔ کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا۔ جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت و شہرت کے لئے کچھ دمبھ (ریاکاری) بھی کیا ہوگا۔ اسی لئے ان کے گرنتھ میں جابجا ویدوں کی مذمت اور تعریف بھی ہے۔ کیونکہ اگر

ایسا نہ کرتے۔ تو ان سے بھی کوئی وید کے معنے پوچھتا۔ جب نہ آتے۔ تب عزت میں فرق آتا۔ اس لئے پہلے ہی اپنے چیلوں کے سامنے کہیں کہیں ویدوں کے خلاف کہتے تھے۔ اور کہیں کہیں وید کے بارہ میں اچھا بھی کہا ہے۔ کیونکہ اگر اچھا نہ کہتے تو لوگ ان کو ناستک بتاتے۔"

اسمیں حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ کو بے علم۔ گنواروں کے سامنے پنڈت بننے والا۔ اپنی بڑائی عزت اور شہرت کے لئے سنسکرت دانی کا جھوٹا دعویٰ کرنے والا خود پسندی اور عزت و شہرت کے لئے ریاکاری کرنے والا کہا گیا ہے۔

پھر لکھا ہے:۔

(۳) "اگر نانک جی وید ہی کی تعظیم کرتے تو ان کا فرقہ نہ چلتا۔ نہ وے گورو بن سکتے تھے کیونکہ علم سنسکرت تو پڑھے ہی نہیں تھے۔ پھر دوسروں کو پڑھا کر شاگرد کیسے بنا سکتے تھے۔"

گویا حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ نے گورو بننے کے لئے ویدوں کی تعظیم نہ کی۔

اور ملاحظہ ہو لکھتے ہیں:۔

(۴) "نانک جی کی زندگی میں ان کا فرقہ بہت نہیں بڑھا۔ یعنی بہت سے چیلے نہیں ہوئے تھے۔ کیونکہ جاہلوں میں یہ طریق ہے کہ مرنے کے بعد انکو سدھ (صاحب قدرت) بنا لیتے ہیں۔ پھر بہت سی بڑائی کر کے پرمیشور کے برابر مان لیتے ہیں۔ ہاں نانک جی بڑے دولتمند اور رئیس بھی نہیں تھے لیکن ان کے چیلوں نے "نانک چندرودے" اور "جنم ساکھی" وغیرہ میں بڑے سدھ اور بڑے بڑے اقبال [illegible] سب نے ان کی عزت کی۔ نانک جی کی شادی پر بہت سے گھوڑے۔ رتھ۔ ہاتھی۔ سونے۔ چاندی موتی پنا وغیرہ (سے) اور جواہرات سے مرصع (سامان) اور بیش بہا جواہرات کا تو حد و حساب نہیں۔ ایسا لکھا ہے۔ بھلا یہ گپوڑے نہیں۔ تو کیا ہیں۔"

یعنی جس طرح جاہل چیلے اپنے گورو کو مرنے کے بعد سدھ بنا لیتے ہیں۔ اور بڑائی دیدیتے ہیں۔ اسی طرح حضرت بابا نانک رح کے متعلق ان کے ماننے والوں نے کیا۔ ورنہ وہ کسی عزت کے مستحق نہ تھے۔ جنم ساکھی وغیرہ کتب میں ان کے جو حالات مندرج ہوتے ہیں۔ وہ "گپوڑے" ہیں۔

اس کے بعد گرنتھ صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ان کے پیچھے ان کے لڑکے سے اودا سی (سادھوؤں) کا سلسلہ جاری ہوا۔ اور رام داس وغیرہ سے نرملے (سادھوؤں کا)۔ کتنے ہی گویّوں والوں نے اپنی بھاشا بنا کر گرنتھ میں ملا دی ہے۔ ان لوگوں نے بھی نانک جی کے پیچھے بہت سی عبارت بنائی۔ بعض نے تو طرح طرح کی شکل پرانوں کی جھوٹی کہانیوں کے بنا دی۔"

گویا پنڈت دیانند صاحب کے نزدیک گورو گرنتھ صاحب میں تحریف کی گئی۔ اور بہت کچھ ملا دیا گیا۔

گورو گوبند جی کے متعلق لکھتے ہیں:۔

"ان میں گوبند سنگھ جی بہادر ہوئے ہیں۔ مسلمانوں نے ان کے بزرگوں کو بہت ایذا پہنچائی تھی ان سے بدلہ لینا چاہتے تھے۔ لیکن ان کے پاس کچھ سامان نہ تھا۔ اور ادھر مسلمانوں کی بادشاہی عروج پر تھی۔ انہوں نے ایک پرشچرن (ہون کا عمل) کرایا۔ مشہور کیا کہ مجھ کو دیوی نے درشن دیا اور تلوار دی ہے کہ تم مسلمانوں سے لڑو تمہاری فتح ہوگی۔ بہت سے لوگ ان کے ساتھی ہوگئے۔ اور انہوں نے جیسے وام مارگیوں نے "پنچ مکار" چکرانکتوں نے "پنچ سنسکار" جاری کئے تھے۔ ویسے "پنچ ککار" جاری کئے۔"

سکھوں کے "پنچ ککار" کو جو ان کے نزدیک نہایت ہی مقدس ہیں۔ وام مارگیوں کے "پنچ مکار" جیسا قرار دیا گیا۔ وام مارگی ہندوؤں کا وہ بدنام فرقہ ہے جس کے حالات سننا بھی کوئی شریف انسان پسند نہیں کریگا۔ پھر سکھ صاحبان کے "کچھ" کے متعلق بھی پنڈت دیانند صاحب کی رائے سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

""کچھ" زانو کے اوپر ایک جانگھیا جو کہ دوڑنے اور کودنے میں اچھا ہوتا ہے۔ عموماً اکھاڑے کے پہلوان اور نٹ بھی اسکو اسی لئے پہنا کرتے ہیں۔"

یہ سب کچھ کہکر بھی پنڈت جی کا دل ٹھنڈا نہ ہوا۔ اسلئے سکھوں پر بت پرستی کا بلکہ اس سے بھی بڑھکر الزام جڑ دیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"یہ بت پرستی تو نہیں کرتے۔ لیکن اس سے بڑھ کر گرنتھ (کتاب) کی پرستش کرتے ہیں۔ کیا یہ بت پرستی نہیں ہے؟ کسی بیجان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اسکی پرستش کرنی تمام بت پرستی ہے۔ جیسے مورتی (بت) والوں نے اپنی دوکان جماکر روزی کی صورت نکالی ہے۔ ویسے ان لوگوں نے بھی کر لی ہے۔ جیسے پجاری لوگ بت کا درشن کراتے اور بھینٹ لیتے ہیں۔ ویسے نانک پنتھی لوگ گرنتھ (کتاب) کی پرستش کرتے کراتے۔ بھینٹ بھی لیتے ہیں۔ لیکن بت پرستی والے جتنی وید کی عزت کرتے ہیں۔ اتنی یہ لوگ گرنتھ صاحب والے نہیں کرتے۔ ہاں یہ کہا جا سکتا ہے کہ انھوں نے ویدوں کو نہ سنا نہ دیکھا کیا کریں۔ اگر سننے اور دیکھنے میں آئیں۔ تو تمام فرقوں کے عقلمند لوگ جو کہ ضدی اور متعصب نہیں ہیں۔ وے وید مت قبول کر سکتے ہیں۔ ان سب نے کھانے پینے کا بکھیڑا بہت سا ہٹا دیا ہے۔ جیسے اس کو ہٹایا ویسے شہوت پرستی اور بکھیڑے کو بھی ہٹا کر وید مت کی ترقی کریں۔ تو بہت اچھی بات ہے۔"

ان اقتباسات کو پڑھ کر کون عقلمند آریوں کے اس دعوے کو صحیح خیال کر سکتا ہے۔ کہ آریہ اور سکھ ایک ہی ہیں۔ اور مسلمانوں کی نسبت آریہ زیادہ اس امر کے مستحق ہیں کہ سکھ ان کا ساتھ دیں۔ حالانکہ مسلمان وہ ہیں جو حضرت بابا نانک علیہ الرحمۃ کو ایسا ہی قابل عزت بزرگ سمجھتے ہیں۔ جیسا مسلمان بزرگوں کو سمجھتے ہیں۔ مگر آریہ ان پر طرح طرح کے ناپاک الزام لگاتے ہیں۔ آریہ صاحبان کو قطعاً یہ امید نہیں رکھنی چاہیئے۔ کہ سکھ ان کی باتوں میں آجائینگے۔ ہاں اگر آریہ صاحبان دل سے چاہتے ہیں کہ سکھوں کی دوستی حاصل کریں۔ تو انہیں چاہیئے۔ کہ ستیارتھ پرکاش کے اس حصہ کو الگ کر دیں۔ اور اس کے لئے معافی مانگیں۔

اخبار "تیج" کی شرافت

مہاشہ شردھانند کے قرآن کریم اور وید کی تعلیموں کے متعلق اعلان مناظرہ کے جواب میں ہماری طرف سے منظوری کا جو تار اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ وہ دوسرے آریہ اخبارات کے علاوہ "تیج" کو بھی براہ راست بھیجا گیا تھا۔ جسے شائع کرتے ہوئے "تیج" (۲۳ راگست) نے اس کا عنوان "چاند پر خاک ڈالنے کی کوشش" رکھا ہے۔

دیانندی اخلاق کا نہایت گہرا اور کافی مطالعہ رکھنے کے باوجود سمجھ میں نہیں آتا۔ یہ عنوان رکھنے میں کس شرافت اور کونسی تہذیب سے کام لیا گیا ہے۔ کیا مہاشہ شردھانند جی نے مناظرہ کا اعلان اس لئے کیا تھا۔ کہ کوئی اسے قبول نہ کرے۔ اگر نہیں۔ تو قبول کرنے پر ایسی بداخلاقی دکھانے کا کیا مطلب۔ اگر مہاشہ شردھانند صاحب کی سرپرستی کا فخر حاصل ہونے کی وجہ سے "تیج" نے اپنی شرافت کا یہ نمونہ دکھایا ہے۔ تو خیر کوئی عجیب بات نہیں۔ کیونکہ ممکن ہے۔ عہد پیری میں ڈاڑھی مونچھ کے علاوہ ابرو کا بھی صفایا کرا کے مہاشہ شردھانند جی نے جو "چاند سا مکھڑا" بنا رکھا ہو۔ وہ ایسا صاف شفاف ہو کہ ہمارے تار نے اسے خاک آلود کر دیا ہو۔ لیکن سوال یہ ہے کہ مناظرہ کی منظوری کی اطلاع پر جب اس "چاند" کی یہ حالت ہو گئی ہے۔ تو مناظرہ کے وقت کیا ہو گی۔ کیا اس وقت اسے کسی بدلی میں چھپا دیا جائیگا۔ اور جلال آرائی کا موقع نہیں دیا جائیگا۔ براہ کرم ایسا نہ کیا جائے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں۔ کہ مناظرہ کے وقت ہم اپنی طرف سے ایک خاص آدمی اس کام پر مقرر کر دیں گے۔ کہ ہمارے دلائل اور براہین کو سنکر جب "تیج" کا "چاند" خاک آلودہ ہو تو فوراً وہ اس پر سے "خاک" جھاڑ دیا کرے۔

مسلمان ہندوؤں کے رحم پر

اہل ہنود نے ہر جگہ مسلمانوں کی حالت جس درجہ خطرناک بنا رکھی ہے۔ وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ جہاں ہندوؤں کی آبادی زیادہ ہے وہاں تو ان کے پنجہ سے رہائی پانا خاص ہی ہمت اور کوشش چاہتا ہے۔ لیکن افسوس اس بات کا ہے۔ کہ جہاں مسلمان زیادہ ہیں۔ وہاں بھی وہ ہندوؤں کے رحم پر زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اور یہ ہم نہیں کہتے۔ بلکہ خود ہندو کہہ رہے ہیں۔

پانی پت کی آبادی کے متعلق اخبار ملاپ (۱۷ راگست) کا بیان ہے۔ کہ "ہندوؤں کی آبادی آٹے میں نمک کے برابر ہے۔ جو پانچ ہزار ہندو باشندے ہزار مسلمانوں میں رہتے ہیں۔ ان میں سے بھی بہت سی تعداد ان لوگوں کی ہے۔ جن کو بدقسمتی سے اعلیٰ ذات کے ہندو چھونا پسند نہیں کرتے۔"

مگر باوجود اس کے بالفاظ پرتاپ حالت یہ ہے کہ "پانی پت کے مسلمان ہندوؤں کے رحم پر ہیں اگر ہندو دوکانیں کھولیں۔ تو مسلمان کے گھر کھانا تیار ہو سکتا ہے۔ ورنہ فاقہ کشی کی نوبت آتی ہے۔"

پانی پت جیسے شہر میں جہاں مسلمانوں کی آبادی ہندوؤں کی نسبت چار پانچ گنا زیادہ ہے جب اسلام کی یہ حالت ہو۔ تو دوسرے مقامات کے متعلق بآسانی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ کیا اب بھی مسلمان تجارت کی طرف توجہ نہ کرینگے۔ اور ہندوؤں کی محتاجی سے بے نیاز نہ ہونگے۔ ضرورت ہے کہ ہر جگہ مسلمان اپنی ہر قسم کی ضروریات مہیا کرنے کا خود انتظام کریں۔

احمدیت کا رعب آریوں پر

آریہ ہمارے پرزور حملوں اور دندان شکن جوابوں سے کچھ ایسے سٹ پٹا گئے ہیں۔ کہ کسی وقت احمدیوں کا خیال انہیں چین نہیں لینے دیتا۔ اور بات بات میں احمدیت کا ذکر کر کے اپنا خوف و ہراس ظاہر کرتے رہتے ہیں۔

کسی ہندو ریاست نے عمل کے لئے نہیں بلکہ محض دکھاوے کے لئے یہ اعلان کیا۔ کہ آریہ اس کے علاقہ میں فتنہ نہ پھیلائیں۔ اس کے متعلق اگر آریوں کو کوئی جواب سوجھا تو یہ کہ "حضور نظام حیدرآباد اور بیگم صاحبہ بھوپال حکم دیدیں کہ چونکہ ہمیں اپنی ہندو رعایا سے محبت ہے۔ اس لئے ہم نہیں چاہتے۔ کہ مسلمان ان کے مذہب میں کسی قسم کا دخل دیں۔ اور اگر احمدی اس علاقہ میں داخل ہوں گے تو انہیں کان سے پکڑ کر باہر نکال دیا جائیگا۔" (پرتاپ ۱۶ راگست)

اسی طرح معزز معاصر پیسہ اخبار نے مسٹر محمد علی اور شوکت علی صاحبان کے متعلق یہ توقع ظاہر کی کہ قید سے رہا ہو کر انہیں فتنہ ارتداد کو دور کرنے کی کوشش کرنی چاہئیے۔ جس کے متعلق "ملاپ" (۲۳ راگست) لکھتا ہے۔

"آپ ان کو ہدایت کیوں نہیں کرتے۔ ضرور کیجئے۔ اور ترغیب دیجئے۔ کہ وہ قادیانی مرزا کے ہاتھ پر بیعت کر لیں۔"

احمدیت کے متعلق آریوں کے یہ الفاظ اس رعب کا ایک ادنےٰ ثبوت ہیں۔ جو آریوں کے دلوں پر طاری ہے۔ اور وہ محسوس کرتے ہیں کہ احمدی ایسی مضبوط چٹان ہیں جس کا مقابلہ ان کے لئے آسان نہیں۔ چنانچہ لالہ ہنسراج نے بھی "ہندو سوسائٹی اور شدھی کی تحریک" کے عنوان سے جو سلسلہ مضامین ہندوؤں کو شدھی کے لئے پرزور کوشش کرنے کے لئے لکھا ہے۔ اس میں احمدیوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے۔ چنانچہ لکھا ہے "شدھی سبھا کے کام نے مسلمان بھائیوں کے اندر اور خاصکر احمدی بھائیوں کے اندر خاص قسم کا جوش پیدا کر دیا ہے۔ وہ اس تحریک کو کچلنے کیلئے ہر ایک قسم کے طریقے برتنے کیلئے مستعد ہیں۔" (ملاپ ۲۳ راگست)

اس ذکر سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ ہم اپنی بڑائی اور خوبی جتائیں۔ بلکہ یہ ہے کہ جب اسلام کے خطرناک دشمنوں کی احمدیوں کے مقابلہ میں یہ حالت ہے۔ تو کیا مسلمانوں کیلئے ضروری نہیں ہے کہ احمدیوں کیساتھ ملکر آریوں کو بہت جلدی میدان مقابلہ سے بھگا دینے کی کوشش کریں۔ اور اسلام کے ان نادان دوستوں کو جو میدان ارتداد میں آریوں کا مقابلہ کرنے کی بجائے احمدیوں سے الجھ رہے ہیں۔ اس حرکت سے باز رکھیں۔ وقت ہے کہ اسلام کا درد اور محبت رکھنے والے اصحاب اس طرف متوجہ ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خطبہ جمعہ

ہندو مسلم اتحاد

ہندوؤں کی ایک اور خطرناک چال

فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

۲۴ ر اگست ۱۹۲۳ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

میں نے پچھلی دفعہ اس امر کے متعلق کچھ بیان کیا تھا کہ مومن کو دین کا کام کس طرح کرنا چاہیئے - چونکہ اس سوال کے حل کرنے کے لئے یہ ضرورت تھی کہ بتایا جائے مومن کا اور خدا تعالیٰ کا کیا تعلق ہے - اور مومن کی ایمان کے لحاظ سے کیا ذمہ واریاں ہیں - اسلئے میں نے پہلے اس امر کو بیان کیا - کہ مومن اور خدا کا کیا تعلق ہے - باقی حصہ کے متعلق میں نے وعدہ کیا تھا - کہ اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا - تو اگلے جمعہ بیان کروں گا - لیکن آج چونکہ اتفاقاً دیر ہو گئی ہے - اور وقت تنگ ہے - اسلئے اس حصہ کو اگلے جمعہ پر ملتوی کرتا ہوں - اور آج میں

ایک اور بات

کی طرف دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں - اور ان لوگوں کو بھی جن تک میرا یہ خطبہ پہنچے - خواہ وہ احمدیہ جماعت میں ہوں یا نہ ہوں - مگر مسلمان کہلاتے ہوں ٭ جو کچھ میں اسوقت کہنا چاہتا ہوں - وہ ایسے امر کے متعلق ہے - جو

واقعات حاضرہ

سے تعلق رکھتا ہے - مگر میں نے دیکھا ہے - لوگوں کو خواہ کیسی ہی اچھی بات بتائی جائے - اسوقت تک اسکی طرف توجہ نہیں کرتے - جب تک تجربہ کر کے اور ٹھوکریں کھا کر نقصان نہیں اٹھا لیتے - پچھلے دنوں مسلمانوں میں خصوصاً اور تمام اہل ہند میں عموماً ایک ہیجان پیدا ہوا تھا - اسوقت مسلمانوں نے ایسی حرکات کیں - جو اخلاقاً - عقلاً اور مذہباً ناجائز تھیں اس وقت میں نے محض اخلاص سے اپنے اہل ملک کو عموماً اور ان لوگوں کو خصوصاً جو نام میں ہمارے ساتھ شریک ہیں -

صحیح مشورہ

دیا تھا - کیونکہ خواہ عقائد کے لحاظ سے ہم سے ان کا کتنا ہی اختلاف ہو - مگر چونکہ مسلمان کہلاتے ہیں - اسلئے سیاسی لحاظ سے اگر ان کو فائدہ پہنچے - تو ہم بھی فائدہ کے مستحق ہیں - چاہے ہمیں وہ فائدہ نہ اٹھانے دیں - اور اگر انہیں نقصان پہنچے - تو ہم کو بھی نقصان پہنچتا ہے - چاہے وہ ہمیں کافر کہیں - کیونکہ دنیا اس برتاؤ سے ہمیں مستثنیٰ نہیں کرتی - جو مسلمانوں سے کرتی ہے - اور چاہے ہم ان کو کافر سمجھیں - اس برتاؤ سے الگ نہیں ہو سکتے - جو مسلمانوں سے کیا جاتا ہے - اسلئے ہمارا حق ہے - کہ ہم ان کے سامنے نیک اور صحیح رائے پیش کر دیں - آگے ماننا نہ ماننا ان کا کام ہے - مگر میں نے دیکھا ہے - کہ ایسے موقعہ پر مسلمان خصوصیت سے ناراض ہوتے ہیں - اور کہتے ہیں تم کیوں بولے - چنانچہ مسلمانوں نے جب کبھی کوئی ایسا قدم اٹھایا جس سے ان کو نقصان پہنچ سکتا تھا - اور میں نے اس سے باز رکھنے کی کوشش کی - تو مسلمان ناراض ہوئے - اور کئی لوگوں نے مجھے کہا کہ آپ نے

کیوں دخل دیا؟

اسکے متعلق اول تو میں کہتا ہوں کہ یہ

عقل اور انسانیت کے خلاف

ہے کہ کسی کو ہلاک اور برباد ہوتے دیکھا جائے - اور اسے روکا نہ جائے - یہ تو ایسی ہی بات ہے کہ کوئی گڑھے میں گرنے لگے - اور اسے بچانے کی کوشش کی جائے تو وہ کہے - تجھے کیا - تو مجھے کیوں نصیحت کرتا ہے - اگر ایک انسان کو دوسرے انسان سے اتنا بھی تعلق نہیں - تو انسان ہی کیا ہیں - پس ایسے موقع پر اگر ہم چپ رہیں - تو

انسانی دائرہ

سے نکل جاتے ہیں - کیونکہ مومن کا یہ فرض ہے کہ جب کوئی گڑھے میں گرنے لگے - تو اسے بچانے کی کوشش کرے - چاہے گرنے والا برا ہی منائے - پس ہمارے دخل دینے کی ایک وجہ تو یہ ہے - کہ ہمیں اخلاق اجازت نہیں دیتے کہ کسی کا نقصان ہوتا دیکھیں - اور چپ رہیں - دوسرے خواہ تم ہمیں اپنے سے الگ کرو - اور ہمیں مسلمان نہ سمجھو مگر چونکہ تمہارے معاملات کا ہم پر بھی اثر پڑتا ہے - اس لئے ہمارا فرض ہے کہ تمہیں مشورہ دیں - مثلاً اگر دو شخص ایک رسی میں بندھے ہوں - ان میں سے ایک کنوئیں میں گرنے لگے - اور دوسرا روکے تو وہ کہے تجھے کیا ہے - تو کیوں دخل دیتا ہے - تو اس کے یہ کہنے سے دوسرا شخص خاموش نہیں رہ سکتا کیونکہ اس کے ساتھی کے گرنے کا اثر اسپر بھی پڑتا ہے - یہی حالت ہماری ہے - مسلمان خواہ ہمیں اپنے سے الگ کریں - لیکن دنیا چونکہ الگ نہیں سمجھتی - اسلئے ان کے نقصان کے ساتھ ہمیں بھی نقصان اٹھانا پڑتا ہے - اور یہ کوئی خیالی بات نہیں - بلکہ ہمارے پاس ثبوت ہیں کہ

دوسروں کی حرکات کی وجہ سے ہمارے آدمیوں نے سزا پائی

رولٹ ایکٹ جو پنجابی زبان کے لحاظ سے ایسا "رولا" (شور) تھا - جس نے سارے ملک میں رولا ڈال دیا تھا جب وہ بنا تو اسپر بعض جگہ فساد ہو گیا - اور گولیاں چل گئیں پہلے تو اہل ملک نے کچھ دنوں تک گورنمنٹ پر یا گورنمنٹ کی وفاداری کرنے والوں پر ہاتھ صاف کئے - چونکہ ہماری جماعت کے آدمی کسی جگہ بھی فساد میں شامل نہ ہوئے نہ جلسوں میں شریک ہوئے - نہ ہڑتالوں میں - نہ مظاہروں میں - اس کا نتیجہ یہ ہوا - کہ بعض جگہ ان کی دکانیں لوٹی گئیں - اور ان کو مارا اور پیٹا گیا - طرح طرح سے تنگ کیا گیا - یہ تو اسوقت ہوا - پھر جب گورنمنٹ نے انتظام قائم کر لیا - تو ادھر تو اعلان کیا - کہ احمدی جماعت ہر جگہ

فساد سے الگ رہی ہے۔ اور اس نے گورنمنٹ کی بڑی خدمت کی ہے۔ اور ادھر لوگوں پر جو جرمانہ کیا۔ اسمیں احمدیوں کو بھی شامل کر لیا۔ چنانچہ امرتسر۔ قصور۔ گوجرانوالہ وغیرہ میں احمدیوں کو جرمانہ میں شامل رکھا گیا اور باوجود اپیل پر اپیل کرنے کے ان کو اس جرمانہ سے مستثنیٰ نہ کیا گیا۔ اور لطف یہ کہ دوسروں نے تو انکار کر دیا۔ کہ ہم نہیں دیتے۔ مگر ہماری جماعت چونکہ قانون کی پابندی اپنا فرض سمجھتی ہے ہر احمدی جاکر اتنا حصہ جرمانہ کا دے آئے۔ اور گورنمنٹ نے شکریہ سے ان کا جرمانہ رکھ لیا۔

بتاؤ۔ رولٹ ایکٹ کے متعلق شورش کے زمانہ میں ہم نے کیا کیا تھا۔ جس کے بدلہ میں ہمارے آدمیوں سے تاوان وصول کیا گیا۔ یہی کہ ہم بھی مسلمان تھے۔ اور چونکہ گورنمنٹ نے مسلمانوں پر تاوان لگایا تھا۔ اس لئے ہم کو بھی ساتھ ہی رکھ لیا۔ پس جبکہ گورنمنٹ کی نظر میں

وہ اور ہم

ایک ہی رسی میں بندھے ہوئے ہیں۔ تو ضروری ہے۔ کہ جب ان کو نقصان پہنچے۔ اس وقت ہم کو بھی پہنچے۔ جب گورنمنٹ باوجود اس اقرار کے کہ احمدی جماعت اس شورش میں شامل نہیں ہوئی۔ اپنی کسی مصلحت کے ماتحت جو ہماری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور کسی انسان کی عقل میں بھی نہیں آسکتی۔ ہمارے آدمیوں کو بھی دوسروں کے ساتھ پھنساتی ہے۔ تو ایسی حالت میں ہمارا حق ہے کہ دوسروں کو سمجھائیں۔ اور نقصان اٹھانے سے باز رکھنے کی کوشش کریں۔ پس ہمارا حق تھا۔ اور ہم نے اسوقت بھی سمجھایا۔ مگر لوگ نادانی سے یہ خیال کرتے رہے کہ ہم

گورنمنٹ کے ایجنٹ

ہیں۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ کیا کوئی مفت بھی ایجنٹ ہوا کرتا ہے۔ اور نہ صرف مفت بلکہ ایسا ایجنٹ بھی جس کو ادھر سے مار پڑے۔ اور ادھر سے بھی کیا کوئی ایجنٹ اسلئے کسی کی نوکری کیا کرتا ہے کہ تم بھی مارو۔ اور تمہارے دشمن بھی ماریں۔ اگر نہیں تو بتاؤ

گورنمنٹ نے ہمیں کیا دیا

ہے۔ سب سے زیادہ گورنمنٹ کی تائید میں لکھنے والا تو میں ہوں۔ اگر میں گورنمنٹ کی تائید ذاتی یا قومی فوائد کے لیے کرتا ہوں۔ تو یہ دیکھنا چاہیئے۔ کہ میں نے یا میرے خاندان نے گورنمنٹ سے کیا حاصل کیا ہے۔ میں تو گورنمنٹ کے بڑے سے بڑے انعام کو بھی اس کے مقابلہ میں نہایت ہی ادنیٰ سمجھتا ہوں۔ جو مجھے خدا تعالیٰ نے دیا ہے۔ مگر لوگ گورنمنٹ کے خطاب کو بڑا سمجھتے ہیں۔ کیا میں نے گورنمنٹ سے کوئی خطاب لیا ہے۔ پھر لوگ عہدہ کو بڑا سمجھتے ہیں۔ اور اس کے لئے خوشامد کرتے ہیں کیا میں نے کسی رشتہ دار کو گورنمنٹ کا نوکر کرایا ہے۔ پھر لوگ اسلئے خوشامد کرتے ہیں کہ زمین ملے۔ کیا میں نے گورنمنٹ سے زمین لی ہے۔ پھر لوگ اس لئے خوشامد کرتے ہیں کہ کرسی نشین ہو جائیں۔ کیا میں نے کبھی ایسی خواہش کی ہے۔ یہ تو ذاتی اور خاندانی فوائد کے متعلق ہے۔ رہا

قومی فائدہ

کوئی کہہ سکتا ہے۔ کہ ذاتی فائدہ نہیں اٹھایا۔ تو کیا ہوا قوم کو فائدہ پہنچانے کے لئے گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہو۔ میں کہتا ہوں

ہماری قوم سے مراد احمدی ہیں

مغل نہیں۔ کیونکہ جو مغل احمدی نہیں۔ وہ ہماری جان کے دشمن ہیں۔ احمدی قوم کو گورنمنٹ نے کونسا ایسا انعام دیدیا ہے۔ جو دوسروں کو نہیں دیا۔ بلکہ جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ دوسروں کے فساد کرنے پر گورنمنٹ احمدیوں پر جرمانہ کرنے کے لئے تو تیار ہو گئی۔ گورنمنٹ نے اس موقع پر عیسائیوں کو چھوڑ دیا۔ جنھوں نے بھاگ بھاگ کر جانیں بچائیں۔ اور کچھ مدد نہ کی۔ یورپینوں کو بھی چھوڑ دیا۔ جو اپنی کوٹھیوں میں بیٹھے رہے۔ مگر احمدیوں سے جرمانہ وصول کر لیا۔ جنھوں نے فسادیوں سے گالیاں سنیں۔ ماریں کھائیں۔ اور نقصان اٹھائے اور یہی نہیں کہ فساد سے الگ رہے بلکہ گورنمنٹ کی مدد کرتے رہے۔ اور باوجود اس اقرار کے وصول کر لیا کہ احمدیوں نے اس موقع پر بہت اچھا کام کیا ہے۔ اگر یہی انعام ہے۔ تو کیا اسی کے لئے ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔

پھر دوسرے فوائد کے لحاظ سے دیکھو کہ ہماری جماعت گورنمنٹ سے کیا حاصل کر رہی ہے۔

گورنمنٹ کی پالیسی

ہی ایسی نظر آتی ہے کہ جو جتنا شور مچائے۔ اور گالیاں دے۔ اس سے اسی قدر زیادہ ڈرتی ہے۔ ہمارے تجربات اور ظاہری حالات بتاتے ہیں کہ کوئی خاص سہولت تو الگ رہی۔ ہماری ضروری درخواستوں پر بھی توجہ نہیں کی جاتی۔ اسی قادیان میں آکر غیر احمدیوں نے جلسے کئے۔ صریح اور کھلے الفاظ میں کہا۔ احمدیوں کو قتل کر دینا چاہیئے۔ اور ہمارے آقا اور ہادی کو جس کے لئے ہم اپنے جسم کا ذرہ ذرہ اڑانے اور اپنے خون کا ہر قطرہ بہانے کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ فاسق فاجر کہا۔ اور گندی سے گندی گالیاں دیں پولیس اور مجسٹریٹ کی موجودگی میں دیں۔ ہم نے اس کے متعلق گورنر کو تار بھی دیا۔ چٹھیاں بھی لکھیں اسوقت کے ڈپٹی کمشنر صاحب کو توجہ دلائی۔ لیکن کسی نے کچھ بھی نہ کیا اور یہی کہا کہ جب فساد ہوگا۔ دیکھا جائیگا گویا اگر احمدی فساد نہیں کرتے۔ اور گالیاں سنکر خاموش رہتے ہیں۔ تو ان کو گورنمنٹ کی مدد سے ناامید ہو جانا چاہیئے۔ جلسہ پر متعین مجسٹریٹ نے اور پولیس نے بھی کچھ نہ کیا۔ اور مزے سے گالیاں سنتے رہے۔ مجسٹریٹ صاحب تو محض اپنی عزت اور نیک نامی کے لئے کہ انہوں نے بہت اچھا انتظام کیا۔ چپ چاپ بیٹھے رہے۔ اور بالا افسروں نے اس لئے توجہ نہ کی کہ چھوٹی سی جماعت ہے۔ اسکی آواز پر کیا توجہ کرنی ہے۔ اگر اس کو کسی نے گالیاں دیدیں تو کیا ہوا؟

اسکے مقابلہ میں ہمارے اخباروں میں اگر کوئی مضمون جواب میں بھی چھپ جائے تو بھی

گورنمنٹ جواب طلبی کیلئے تیار

رہتی ہے کہ ہندوؤں یا آریوں کے متعلق یہ بات کیوں لکھی گئی۔ پس گورنمنٹ ہماری ایسی تو دوست ہے کہ اگر کوئی مارنے کے لئے آئے۔ اور ہم اپنا بچاؤ کرنے کے لئے ہاتھ اٹھائیں۔ تو ہاتھ پکڑلے۔ اور کہدے جانے دو۔ ورنہ اور کیا دوستی ہے۔

عراق

کے فتح کرنے میں احمدیوں نے خون بہائے۔ اور میری تحریک پر سینکڑوں آدمی بھرتی ہو کر چلے گئے لیکن جب وہاں حکومت قائم ہو گئی۔ تو گورنمنٹ نے یہ شرط تو کروائی۔ کہ پادریوں کو عیسائیت کی اشاعت کرنے میں کوئی روک نہ ہوگی۔ مگر احمدیوں کے لئے نہ صرف اس قسم کی کوئی شرط نہ رکھی۔ بلکہ اگر احمدی اپنی تکالیف پیش کرتے ہیں۔ تو بھی عراق کے ہائی کمشنر اس میں دخل دینے کو اپنی شان سے بالا سمجھتے ہیں احمدیوں کو وہاں تبلیغ سے روکا جاتا ہے۔ اپنے گھر پر جلسہ کرنے سے روکا جاتا ہے۔ رسالوں کی اشاعت سے روکا جاتا ہے۔ لیکن آریوں اور مسیحیوں کو نہیں روکا جاتا۔ انگریز افسروں کو توجہ دلائی جاتی ہے مگر وہ یہ کہکر خاموش ہو جاتے ہیں کہ آپ کو خاموشی سے وقت گذار دینا چاہیئے۔ مگر ہم تب جانتے اگر مسیحیوں کے راستہ میں روک ڈالی جاتی۔ اور حکام ایسا ہی جواب دیتے ؎

پس ہم نے گورنمنٹ سے کونسا فائدہ اور نفع اٹھایا ہے۔ اگر کوئی شخص ذرا بھی عقل سے کام لیگا تو اسے معلوم ہو جائیگا۔ کہ ہم نے نہ صرف کوئی فائدہ ہی نہیں اٹھایا۔ بلکہ نقصان اٹھایا ہے۔ ایک طرف لوگوں سے دکھ اور مصیبتیں اٹھائیں۔ کیونکہ جب فسادی فساد کر رہے تھے۔ تو احمدیوں کو الگ رہنے کی وجہ سے انہوں نے دکھ دئے۔ لوٹا اور مارا۔ دوسری طرف جب گورنمنٹ اٹھی۔ تو اس نے احمدیوں پر جرمانے کئے۔ گویا

ہم دونوں ہاتھوں سے لوٹے گئے

اور دکھ دئے گئے۔ دائیں سے بھی اور بائیں سے بھی اگر عدل و انصاف کوئی چیز ہے تو ہم پر خوشامد کا الزام لگانے والے دیکھیں کہ ہم نے گورنمنٹ سے کیا فائدہ اٹھایا ہے۔ ہم نے نقصان تو اٹھائے ہیں مگر کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اگر کوئی کہے کہ تم پھر اسکے باوجود کیوں کہتے ہو کہ گورنمنٹ محسن ہے تو اس کا یہ جواب ہے کہ اس سے ہمارا یہ مطلب نہیں کہ گورنمنٹ کا ہم پر کوئی ایسا احسان ہے۔ جو دوسری جماعتوں سے ممتاز ہے۔ بلکہ یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس گورنمنٹ کے ماتحت ہمارے ساتھ وہ سلوک ہوتا ہے۔ جو دوسری گورنمنٹوں سے اچھا اور ممتاز ہے۔ اور اسکے قانون ایسے ہیں کہ ان کے ماتحت ہم بڑھنے اور پھیلنے کا میدان کشادہ پاتے ہیں۔ مگر یہ فائدہ ایسا ہے کہ مسٹر گاندھی لالہ لاجپت رائے۔ مسٹر محمد علی وغیرہ کو بھی جو گورنمنٹ کے خطرناک دشمن ہیں۔ ویسا ہی پہنچ رہا ہے۔ جیسا ہم کو پہنچتا ہے۔ ہم کو ان سے زیادہ نہیں۔ بلکہ اگر وہ لوگ مقابلہ پر آجائیں تو ہمیں نقصان ہی اٹھانا پڑتا ہے۔ فائدہ نہیں ہوتا۔ پس یہ کہنا کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں۔ بالکل جھوٹ ہے۔ اگر لوگ ذرا بھی انصاف سے کام لیتے تو انہیں معلوم ہو جاتا کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کی وجہ سے نہیں بلکہ محض اپنے

بھائیوں کی ہمدردی

کی وجہ سے اخلاص سے ساتھ انہیں مشورہ دیتے رہے ہیں نہ کہ اسلئے کہ گورنمنٹ ہمیں کچھ دیتی ہے گورنمنٹ کے بعض متعصب افسروں کا جو اپنے افسر ہونے سے زیادہ اپنے عیسائی ہونے کا خیال رکھتے ہیں تو یہ حال ہے کہ یہاں سے

رفاہِ عام کے ایک کام کے لئے درخواست

کی گئی۔ (اور وہ کام ایسا ہے۔ جس کیلئے پادریوں کو لاکھوں روپیہ گورنمنٹ دیتی ہے) تو اسوقت کے کمشنر نے اپنے تحا کہ اس جماعت کو مدد دینے کی کیا ضرورت ہے۔ یہ بہت مالدار قوم ہے گویا وہ لوگ جو کروڑ پتی ہیں۔ اور لاکھوں روپیہ پادریوں کو عیسائیت کی تبلیغ کے لئے دیتے ہیں۔ وہ تو غریب ہیں کہ گورنمنٹ پادریوں کو اس مد میں روپیہ دیتی ہے۔ مگر ہم احمدی ان سے زیادہ مالدار ہیں۔ اسلئے ہمیں دینے کی ضرورت نہیں ؎

ہم گورنمنٹ کی یا اسکے افسروں کی اس قسم کی باتوں پر اسلئے چپ رہتے ہیں کہ کسی قسم کا شور و شر اور فساد نہ ہو کیونکہ ہم مذہباً فساد کو ناپسند کرتے ہیں۔ اور آج بھی بالضرورت ان باتوں کا ذکر لایا ہوں۔ تاکہ وہ لوگ جو ہمیں گورنمنٹ کا خوشامدی کہتے ہیں۔ دیکھیں کہ وہ کیسے ظالم ہیں۔ پس ہم کو

گورنمنٹ کی طرف سے نقصان

پہنچے ہیں۔ اور دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ تکلیف اٹھانی پڑی ہے۔ لیکن باوجود اسکے ہم اس اصل کو چھوڑ نہیں سکتے کہ

امن سے رہیں

اور ہم اس اصل کو نظر انداز نہیں کر سکتے کہ انسان کو خواہ کتنے ہی اعلیٰ فوائد حاصل ہوتے ہوں۔ جن کے لئے اعلیٰ اخلاق چھوڑنے پڑتے ہوں۔ تو ان فوائد کی کچھ پروا نہیں کرنی چاہیئے۔ اگر دنیا کی بادشاہت بھی جاتی ہو۔ اور ہمیں کہا جائے کہ تم اخلاق کو چھوڑ کر اسے بچا سکتے ہو تو ہم سلطنت کی کوئی پروا نہ کرینگے۔ اور

اخلاق نہ چھوڑینگے

اس اصل پر قائم رہنے کی ایک وجہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہمیں جو دین ملا ہے وہ ہمیں سب چیزوں پر مقدم ہے۔ اور اسکی ہدایت ہے کہ جس ملک میں رہو اسمیں قائم شدہ حکومت کے خلاف شورش مت کرو۔ لوگ تو کہتے ہیں کہ اس طرح

سوراج نہ ملیگا

ہم کہتے ہیں سوراج تو الگ رہا اگر ہم سے قرآن کریم کی اتباع کرنے کی وجہ سے سب کچھ بھی چھوٹ جائے تو ہم اسکی پروا نہ کرینگے۔ اور ایک سندھ و ستان کیا اگر ہزار ہندوستان بھی جاتا ہے تو جانے دینگے مگر وہ جو یہ کہتا ہے کہ قرآن کریم کی اتباع کرنے سے ملک ہاتھ سے جاتا رہتا ہے جھوٹا ہے۔ کیا صحابہ کو ملک نہیں ملا تھا

پھر کیا انہوں نے بغاوتیں کی تھیں۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح کیا حضرت مسیح کے حواریوں کو ملک نہیں ملا تھا۔ اور کیا انہوں نے بغاوتیں کی تھیں۔ خدا نے بادشاہوں کو حضرت مسیح کا پیرو بنا دیا تھا۔ اسی طرح ان لوگوں کو جو اسلام کے مٹانے کے لئے اٹھے۔ اسلام کا حلقہ بگوش کر دیا۔ ترک کون ہیں۔ وہی جو اسلام کے دشمن بن کر اٹھے تھے۔ مگر خدا نے خود ان کو مسلمان بنا دیا۔ پس ہم صفائی کے ساتھ کہہ دینا چاہتے ہیں۔ کہ جس رستہ پر ہم چل رہے ہیں۔ حکومت اسی رستہ پر چل کر ملیگی۔ اس وقت جو حاکم ہیں۔ خدا ان کی عقلوں کو کھول دیگا۔ اور صداقت اسلام کے قائل بنا دیگا۔ اور

ایک دن آئیگا

جبکہ یہ لوگ سمجھینگے۔ کہ انسان کو خدا بنانا بہت بڑی غلطی تھی۔ پھر وہ دن آئیگا۔ جب ان کو معلوم ہوگا۔ کہ ہم نے حقیقی وفاداروں کو چھوڑ کر دوسروں کی خاطر انہیں دکھ دیئے۔ اس وقت وہ خود شرمندہ ہوکر آئینگے۔ اور ہم سے معافی مانگینگے۔ اور ہمارے آگے ادب کے زانو تہ کرکے کہینگے۔ ہم کو اسلام میں داخل کرو۔ کیونکہ اس کی صداقت ہم پر کھل گئی ہے۔ ہماری ان بدسلوکیوں کو معاف کرو۔ جو ہم تم سے کرتے رہے ہیں۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے ہماری آنکھوں پر سے پردہ اٹھا دیا ہے۔ اور تمہاری اصل شکل ہمیں نظر آنے لگی ہے۔ تم کہو

یہ کب ہوگا

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نہ ہم کو بتایا گیا ہے اور نہ ہمارے ہادی کو۔ جسطرح نبی کریم صلعم کو نہیں بتایا گیا تھا۔ ہاں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ جس طرح پہلے نبیوں کے وقت میں ہوا۔ اسی طرح اب بھی ہوگا۔ یہ ہم نہیں جانتے کہ کب ہوگا۔ ہاں یہ جانتے ہیں۔ کہ ضرور ہوگا۔

پس ہم کسی ذاتی فائدہ کے لئے کوئی مشورہ نہیں دیتے رہے۔ بلکہ جو بھی نصیحتیں کیں۔ محض اخلاص اور محبت سے کیں۔ مگر افسوس کہ مسلمانوں نے ان کو مانا نہیں۔ اور آج اس کا خمیازہ بھگت رہے ہیں۔

اب کیا ہو رہا ہے

اس کا پتہ ان مظالم سے لگ سکتا ہے۔ جو مالابار میں مسلمانوں پر ہندوؤں کے ہاتھوں ہوئے۔ اور جن کی انتہا نہیں رہی۔ پہلے تو آپ ان کو کہا کہ گورنمنٹ کے مقابلہ میں کھڑے ہو جاؤ۔ اور سوراجیہ حاصل کرلو۔ مگر پھر غدر کے ایام کی طرح غداری کی۔ اور گورنمنٹ سے مل گئے۔ اور شور ڈال دیا کہ ہم مارے گئے۔ ہم پر مسلمانوں نے یہ ظلم کئے۔ یہ ستم توڑے۔ بیشک مسلمانوں میں سے بعض نے ہندوؤں پر ظلم کئے۔ مگر وہ ان مظالم کے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں۔ جو ہندوؤں نے مسلمانوں پر کئے۔ لیکن افسوس کہ مسلمان اس پر بالکل خاموش رہے۔ اور غریب موپلوں کی کچھ بھی مدد نہ کی۔ پھر ملتان۔ امرتسر۔ الہ آباد کی طرف جو کچھ ہوا۔ اس میں بھی مسلمانوں کو سخت سے سخت نقصان پہونچایا گیا۔ پھر ملکانوں کے علاقہ میں مسلمانوں کو جبر سے آریہ مرتد کر رہے ہیں۔ اور

ہندو ریاستیں

اس کے لئے جبر کر رہی ہیں۔ آریہ ان کے علاقوں میں مسلمانوں کو مرتد بناتے ہیں۔ تو کہتی ہیں کوئی حرج نہیں۔ خوشی سے بنائیں۔ لیکن جب کوئی مسلمان جائے اور ارتداد کو روکنا چاہے۔ تو کہہ دیتی ہیں۔ بدامنی پیدا ہوتی ہے۔ اور مسلمان مبلغوں کو نکال دیتی ہیں۔ یہ نتیجہ ہے۔ ان غلط کاریوں کا جو مسلمانوں نے کیں۔ کہ

اپنی باگیں ہندوؤں کے ہاتھوں میں

دیدیں۔ اب اگر انہیں ہندو سرمہ کی طرح پیس دیں۔ اور غبار کی طرح ہوا میں اڑا دیں۔ تو کوئی تعجب نہیں۔ مجھے اس دن کی امید تھی۔ جس دن میں سنتا۔ کہ غدر کے ایام کی طرح ہندو آگے بڑھتے اور گورنمنٹ سے کہتے ہیں کہ سب کچھ مسلمانوں نے کیا ہے۔ ہم نے کچھ نہیں کیا چنانچہ اب ایسا ہی ہو رہا ہے۔ خود ہندو فساد کرتے مسلمانوں سے لڑتے اور ان کو مارتے ہیں۔ اور پھر جاکر

حکام کے پاس شور

ڈالتے ہیں۔ کہ مسلمانوں نے ہمیں مار دیا۔ انگریز ایک تو تیسری قوم ہے۔ اور پھر اس کا اس اصل پر عمل ہے کہ جو اونچی آواز سے چلائیگا۔ اسی کی سنی جائیگی اس لئے ہندو اپنی سنا لیتے ہیں۔ اور مسلمان یہ کہتے ہیں۔ کہ ہم اس گورنمنٹ کے پاس کیوں جائیں۔ جس سے ہم نے ترک موالات کیا ہوا ہے۔ مگر ہندو باوجود نان کوآپریٹر کہلانے کے جاتے ہیں۔ اور جاکر مسلمانوں کی شکائتیں کرتے ہیں۔ اس وجہ سے مسلمان پکڑے جاتے ہیں۔ اور اگر حکام اپنی تفتیش کے ماتحت ہندوؤں کو پکڑتے بھی ہیں۔ تو وہ عجیب عجیب دھوکے دیکر نکل جاتے ہیں جیسا کہ امرتسر میں ہی ہوا۔ ہندوؤں نے مسلمانوں کو کہدیا۔ کہ چلو آپس میں لڑائی ہو گئی۔ تو کیا ہوا۔ گورنمنٹ کو دخل دینے کا موقع نہیں دینا چاہیئے اور اس کا طریق یہ ہے۔ کہ مسلمان ہندو ملزموں کو شناخت نہ کریں۔ اور ہندو مسلمان ملزموں کو نہ پہچانیں۔ اس پر مسلمانوں نے تو کہدیا۔ کہ ہم ہندو ملزموں کو نہیں پہچانتے اس لئے وہ رہا ہو گئے۔ لیکن ہندوؤں نے سب کے نام لکھوا دئے۔ اور وہ پکڑے گئے۔ تو مسلمان اس وقت

ہر طرف سے مار پر مار

کھا رہے ہیں۔ مگر ہوش نہیں کرتے۔ ایک گڑھے کے بعد دوسرے گڑھے میں گر رہے ہیں۔ مگر ابھی تک انہیں سمجھ نہیں آتی۔ روزانہ پیش آنے والے واقعات بھی کوئی معمولی نہیں۔ مگر سب سے زیادہ اثر مجھ پر

پنڈت موتی لال صاحب نہرو کی ایک تقریر

نے کیا ہے۔ اور میری آنکھوں کے سامنے غدر کا نمونہ پھر گیا ہے۔ پنڈت صاحب ایک بہت بڑے لیڈر ہیں۔ انہوں نے اپنی ایک تقریر میں جو ہندو مسلم اتحاد کے متعلق تھی کہا ہے۔ کہ اگرچہ میں خود ایک سچا ہندو

ہوں۔ تاہم اسلامی تہذیب و شائستگی اور مذہب اسلام کی روایات جمہوریت کا بڑا مداح ہوں۔ یہ کہکر انہوں نے مسلمانوں سے اپنی ہمدردی اور خیرخواہی جتائی ہے۔ مگر اس کا صاف مطلب یہ ہے۔ کہ اصل میں تو میں ہندو ہی ہوں۔ اور ہندوؤں کا ہی خیرخواہ ہوں۔ اور انہی کی تائید کے جذبات میرے دل میں اٹھتے ہیں۔ مگر پہلے مسلمانوں کو ساتھ ملا کر ہندوستان کی حکومت ملنے دو۔ پھر ان کو نکال لینگے۔ ابھی کیوں ان کو الگ کرتے ہو۔ اور دوسری تقریر میں

غدر جیسی غداری

والی بات کہی ہے۔ اور وہ یہ کہ افسوس مسلمان بھائیوں نے اپنے علما کو اپنے سیاسیات میں بہت آزادی دیدی۔ جسکا نتیجہ برا نکلا ہے۔ میں ان سے التجا کرونگا کہ انھیں آئندہ اس بات پر اصرار کرنا چاہئیے۔ کہ علما سیاسیات میں ہاتھ ڈالنے سے احتراز کریں۔ گو پنڈت صاحب کے نزدیک سارا فساد مولویوں کا پیدا کردہ ہے اس لیئے ان کو سیاسیات میں نہیں آنے دینا چاہئیے لیکن ادھر مولویوں کا یہ حال ہے۔ کہ مولوی ابوالکلام آزاد۔ مولوی آزاد سبحانی۔ مولوی ثناء اللہ۔ مولوی ابراہیم وغیرہ کی زبانیں گھس گئی ہیں۔ لوگوں کی خوشامدیں کرتے کرتے۔ کہ ہندو خواہ کچھ کریں۔ تم اتفاق و اتحاد کر رہو۔ اور اگر عملاً نہیں تو عقلاً جبہ سائی کرتے کرتے ان کی پیشانیوں پر گٹھے پڑ گئے ہیں۔ مگر نہرو صاحب سے انہیں یہ انعام ملا ہے۔ کہ

سارا فساد مولویوں کا پیدا کیا ہوا ہے

ان کو سیاسیات میں ہی نہ آنے دو۔ حالانکہ تھوڑا ہی عرصہ پہلے انہیں مولویوں کو منتیں کر کر کے لاتے۔ اور گورنمنٹ کے خلاف فتوے لیتے تھے۔ مگر اب کہتے ہیں ان کو سیاست میں آنے ہی نہ دو۔ بلکہ باہر نکال دو۔

میرے نزدیک مولوی صاحبان اسی سلوک کے مستحق ہیں۔ کیونکہ جو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دروازہ چھوڑ کر گاندھی کے دروازہ پر جاتا ہے۔ اسے جتنی بھی سزا ملے۔ اس کا وہ مستحق ہے۔ مگر

یہ جھوٹ ہے

کہ مولویوں نے تفرقہ ڈلوایا ہے۔ یا ڈلواتے ہیں۔ وہ تو آج بھی یہی کہہ رہے ہیں۔ کہ ہندو جو کچھ کریں کریں ہم ان کے پیچھے چلنے کے لئے تیار ہیں۔ مگر اب مسلمان ان کی نہیں مانتے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا ہے۔ کہ ہندو دوستی کے پردہ میں ان کی جڑہیں کاٹنا چاہتے ہیں۔ امرتسر میں مولوی ثناء اللہ نے اور سیالکوٹ میں مولوی ابراہیم نے ہندوؤں سے متحد ہو کر رہنے کے وعظ کئے۔ ادھر ابوالکلام صاحب اور سبحانی صاحب سی۔ آر داس کا دامن نہیں چھوڑتے۔ اور ان کے پیچھے چل رہے ہیں۔ مگر باوجود اس کے سارا الزام ان پر لگایا جاتا ہی کہ یہی لوگ فتنہ پھیلاتے ہیں۔ اور کہا جاتا ہے۔ کہ ان کو سیاست سے علیحدہ کردینا چاہئیے۔ جب گورنمنٹ کے خلاف فتوے لینے کی ضرورت تھی۔ تو اس وقت مسٹر گاندھی بھی مولوی عبدالباری صاحب کو اپنے پاس بٹھاتے تھے۔ اور سارے ہندو لیڈر کہتے تھے۔ کہ اگر سوراجیہ ملیگا تو علماء کے ذریعہ ہی ملیگا۔ لیکن اب جبکہ اس میں ناکامی ہوئی ہے۔ اور کسی اور رستہ کی تلاش ہے۔ تو یہ کہا جاتا ہے کہ ان مولویوں کی وجہ سے ہی ناکامی ہوئی ہے۔ اور اس طرح سارا الزام مولویوں پر لگا دیا گیا ہے۔

میں اس امر کو پسند کرتا ہوں۔ کہ

مولوی سیاست میں دخل نہ دیں

تاکہ کم از کم ان کے فتووں سے عام لوگ تو گمراہ نہ ہوں مگر یہ غلط ہے۔ کہ ان کی وجہ سے سوراجیہ کا کام خراب ہوا ہے۔ وہ تو

لیڈروں کے غلام

بنے پھرتے ہیں۔ اور کیوں نہ پھریں۔ وہ جو پہلے ان لیڈروں کی مجالس میں بار تک نہ پاتے تھے اور عضو معطل کی طرح پڑے رہتے تھے۔ وہ جب سٹیج پر بلائے گئے۔ ان کی آؤ بھگت کی گئی۔ تو وہ اسی پر خوش ہو گئے۔ ورنہ وہ جو صرف لیٹ رہنا اپنا کام سمجھتے تھے۔ انہوں نے کیا کیا۔ اور کر کیا سکتے تھے۔ جو کچھ کیا سیاسی لیڈروں نے کیا۔ مگر جب نقصان ہوا تو سارا الزام مولویوں کے ذمہ لگا دیا۔ مگر تعجب ہے کہ پنڈت صاحب نے باوجود ادعائے بے تعصبی کے اتنا نہ سوچا۔ کہ اگر مولویوں نے سیاست میں دخل دیا ہے۔ تو پنڈتوں نے بھی تو دیا ہے۔ اگر

شنکراچاریہ کا سیاست میں دخل دینا

سیاسی معاملات کو خراب نہیں کرتا۔ تو مولویوں کا دخل دینا کیوں خراب کرتا ہے۔ مولویوں پر یہ الزام ان کیلئے اس امر کی سزا ہے۔ کہ انہوں نے نفسانی خواہشات کیلئے قرآن کریم کو بدنام کیا۔ مگر جس اصل کے ماتحت ان پر الزام لگایا گیا ہے۔ وہ جھوٹ ہے۔ اور ظلم ہے۔ اور اس سے بھی زیادہ ظلم یہ ہے کہ صرف مولویوں کو ملزم قرار دیا گیا۔ اور شنکراچاریہ جیسے مشہور سیاسی پنڈت کے متعلق ایک لفظ تک نہیں کہا گیا۔ اس لیئے کہ

سارے کا سارا الزام مسلمانوں پر

قائم رہے۔ کیا ہندو مسلم اتحاد کا یہی نتیجہ ہونا چاہئیے۔ مسلمان خود سوچ سکتے ہیں۔

صلح کا ہم سے بڑھکر کوئی خواہشمند نہیں۔ ہمارے ہی امام نے سب سے اول

صلح کا پیغام

دیا۔ مگر ہم کہتے ہیں۔ اپنے اپنے حقوق معین کرکے ہی صلح ہو سکتی ہے۔ اگر ہمارے بتائے ہوئے اصل کے ماتحت ہندو و مسلمان چلتے۔ تو کبھی جھگڑا نہ ہوتا۔ اور حقیقی صلح ہوتی۔ لیکن چونکہ اس کو نظر انداز کیا گیا۔ اس لیئے یہ حالت ہوئی جو نظر آرہی ہے۔ ہاں اس اصل کے ماتحت جو صلح ہوتی۔ وہ ہندوؤں سے ہی نہ ہوتی۔ بلکہ انگریزوں

سکھوں اور دوسری سب قوموں سے بھی ہوتی - اب خدا تعالیٰ نے تجربہ کے بعد بتا دیا ہے کہ صلح اس طریق سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو اختیار کیا گیا ہے - چونکہ ہمیں اب بھی امید ہے کہ خدا تعالیٰ لوگوں کی آنکھیں کھولدے - اور وہ صلح کے صحیح طریق پر عمل کریں اس لئے ہمارا حق ہے - کہ انہیں بتائیں - تا کہ ان کے نقصان اٹھانے کا جو اثر ہم پر پڑتا ہے اس سے ہم محفوظ رہیں - آج جسطرح ملازمتوں سے تجارتوں سے اور دوسرے کاروبار سے دوسرے مسلمان محروم کئے جا رہے ہیں - اسی طرح احمدی بھی الگ کئے جا رہے ہیں -

حکومت کی باگ کلی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے

جو جسطرح چاہتے ہیں کرتے ہیں -

پس ہمارا حق ہے کہ ہم آواز اٹھائیں - تا کہ مسلمان پھر کوئی غلطی نہ کریں - اور ان کے ساتھ ہمیں بھی نقصان نہ اٹھانا پڑے - بلکہ بعض حالتوں میں تو ہمیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے مثلاً

ملکانوں کے ارتداد کا نقصان

ہم کو اٹھانا پڑا ہے - یا ان کو ہلکانے تھے تو غیر احمدی لیکن چونکہ دین کی خدمت کرنے والے ہم ہی تھے - اس لئے ہمیں ہی ان کیلئے قربانی کرنی پڑی چنانچہ اسوقت سب سے زیادہ علاقہ ہمارے پاس ہے سب سے زیادہ ہمارے آدمی کام کر رہے ہیں اور سب سے زیادہ تکالیف ہم اٹھا رہے ہیں - ریاستوں کا مقابلہ ہم کر رہے ہیں - جب مصائب اور تکالیف ہم پر بھی آتی ہیں - تو کیوں نہ ہم خطرہ کے وقت آواز اٹھائیں

پس ایک طرف تو میں اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ دیکھو تم لوگوں کو شور و شر کے زمانہ میں عقل سے کام لینے اور میری باتیں ماننے سے کیا فائدہ ہوا - اور تم کسطرح خوش ہو کہ تم نے اپنے ضمیر کا خون نہیں کیا

دوسری طرف میں

مسلمانوں کو کہنا چاہتا ہوں

کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آجائے تو اسے بھولا نہیں سمجھتے - اب بھی اگر آپ لوگ سمجھیں - تو کوئی تمہیں بھولا ہوا نہیں کہیگا - خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے قدم کو بھی صدق و صفا پر قائم رکھے - اور ان لوگوں کو بھی سمجھ عطا کرے جو گو ہمیں مارتے پیٹتے ہیں - مگر ہمارے ساتھ اس نام میں شریک ہیں - جو خدا تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کیلئے تجویز فرمایا - خدا تعالیٰ ان کو ہلاکت ابدیہ کی سزا سے محفوظ رکھے - وہ صحیح رستہ پر چلیں اپنے اور بیگانے دوست اور دشمن میں فرق کر سکیں - اور اپنے نفسانی جوشوں سے اسلام کو بدنام نہ کریں *

سکھوں اور دوسری سب قوموں سے بھی ہوتی۔ اب خدا تعالیٰ نے تجربہ کے بعد بتا دیا ہے کہ صلح اس طریق سے ہرگز نہیں ہو سکتی جو اختیار کیا گیا ہے۔ چونکہ ہمیں اب بھی امید ہے کہ خدا تعالیٰ لوگوں کی آنکھیں کھولدے۔ اور وہ صلح کے صحیح طریق پر عمل کریں اس لئے ہمارا حق ہے۔ کہ انہیں بتائیں۔ تا کہ ان کے نقصان اٹھانے کا جو اثر ہم پر پڑتا ہے اس سے ہم محفوظ رہیں۔ آج جسطرح ملازمتوں سے تجارتوں سے اور دوسرے کاروبار سے دوسرے مسلمان محروم کئے جا رہے ہیں۔ اسی طرح احمدی بھی الگ کئے جا رہے ہیں۔ کیونکہ

حکومت کی باگ کلی طور پر ہندوؤں کے ہاتھ میں ہے

جو جسطرح چاہتے ہیں کیا کرتے ہیں۔

پس ہمارا حق ہے کہ ہم آواز اٹھائیں۔ تاکہ مسلمان پھر کوئی غلطی نہ کریں۔ اور ان کے ساتھ ہمیں بھی نقصان نہ اٹھانا پڑے۔ بلکہ بعض حالتوں میں تو ہمیں زیادہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے مثلاً

ملکانوں کے ارتداد کا نقصان

ہم کو اٹھانا پڑا ہے۔ یا ان کو بہکانے والے تو غیر احمدی لیکن چونکہ دین کی خدمت کرنے والے ہم ہی تھے۔ اس لئے ہمیں ہی ان کیلئے قربانی کرنی پڑی چنانچہ اسوقت سب سے زیادہ علاقہ ہمارے پاس ہے سب سے زیادہ ہمارے آدمی کام کر رہے ہیں اور سب سے زیادہ تکالیف ہم اٹھا رہے ہیں۔ ریاستوں کا مقابلہ ہم کر رہے ہیں۔ جب مصائب اور تکالیف ہم پر بھی آتی ہیں۔ تو کیوں نہ ہم خطرہ کے وقت آواز اٹھائیں۔

پس ایک طرف تو میں اپنی جماعت کو کہتا ہوں کہ دیکھو تم لوگوں کو شور و شر کے زمانہ میں عقل سے کام لینے اور میری بات ماننے سے کیا فائدہ ہوا۔ اور تم کسطرح خوش ہو کہ تم نے اپنے ضمیر کا خون نہیں کیا

دوسری طرف میں

مسلمانوں کو کہنا چاہتا ہوں

کہ اگر صبح کا بھولا شام کو گھر آ جائے تو اسے بھولا نہیں سمجھتے۔ پس اب بھی اگر آپ لوگ سمجھیں۔ تو کوئی تمہیں بھولا ہوا نہیں کہیگا۔ خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے قدم کو بھی صدق و صفا پر قائم رکھے۔ اور ان لوگوں کو بھی سمجھ عطا کرے جو ہمیں مارتے پیٹتے ہیں۔ مگر ہمارے ساتھ اس نام میں شریک ہیں۔ جو خدا تعالیٰ نے خود اپنے بندوں کیلئے تجویز فرمایا ہے۔ خدا تعالیٰ ان کو [illegible] ابدی [illegible] کی سزا سے محفوظ رکھے۔ وہ صحیح رستہ پر چلیں اپنا اور پرایا دوست اور دشمن میں فرق کر سکیں۔ اور اپنے نفسانی جوشوں سے اسلام کو بدنام نہ کریں۔

(... صاحب قادیانی پرنٹر و پبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)

(احمد ... قادیانی پرنٹر وپبلشر ضیاء الاسلام پریس قادیان میں چھپکر شائع ہوا)